© rasailojaraid.com

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سابق نوآبادیاتی دور، اور بالخصوص اِس کے آغاز میں مسلم معاشروں میں جن قوّتوں نے نوآبادیت کے خلاف مزاحمت کا راستہ اختیار کیا، یہ بنیادی طور پر مذہبی جذبے سے سرشار تھیں۔ تاریخ کا عمل یورپ سے آنے والی نوآبادیاتی طاقتوں کے حق میں تھا۔ وقت کے ساتھ مزاحمتی قوّتیں کمزور ہوتی چلی گئیں اور اِن کی قیادت نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے اپنی ساری توّجہ دین و ایمان اور اسلامی اقدار کی حفاظت پر مرکوز کر دی۔ آج مسلم معاشروں میں دو صدی کی مغربی تہذیبی یلغار کے باوجود جو گہرے دینی اثرات محسوس ہوتے ہیں، یہ ان ہی "شکست خوردہ کامیاب" قوّتوں کے کام کا نتیجہ ہے۔ پورے نوآبادیاتی دور میں مذہبیت کو قدامت، جمود اور رجعت پسندی کا مترادف قرار دیا جاتا رہا اور نوآبادیاتی آقاؤں سے ربط ضبط اور معاملات طے کرنے کا اختیار اُن لوگوں کو حاصل رہا جو مغربی اقدار سے از حد مرعوب تھے یا مکمل طور پر اِن میں رنگے ہوئے تھے۔ بیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے رُبعے میں جب مسلمان ممالک یکے بعد دیگرے آزاد ہوئے تو اِن نوآزاد ممالک کی باگ ڈور بحیثیت مجموعی مغربی معیار کے مطابق روشن خیال، سیکولر اور قوم پرست مسلمانوں کے ہاتھوں میں آئی۔ یہ لوگ کم و بیش نصف صدی سے مسلمان ممالک میں حکمران ہیں۔ کیا یہ اپنے مسلمان معاشروں کو اپنے آئیڈیل "مغربی معاشرے" کی شکل دے سکے ہیں؟ کیا یہ ممالک سیکولر اور روشن خیال حکمرانوں کی توّجہ سے امن، انصاف اور خوشی کا گہوارہ ہیں؟ کیا غریب طبقوں کی زندگی نوآبادیاتی دور کی نسبت بہتر ہو گئی ہے؟ کیا گزشتہ نصف صدی کی صنعتی و زرعی ترقی سے غریب کسان اور مزدور کو منصفانہ حصّہ ملا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آزادی، قومی شعائر کی نمائش، قوم پرستی پر زور اور حکمرانوں کی کرّوفر کے باوجود غریب مسلمان کی زندگی میں کوئی خوشگوار تبدیلی نہیں آئی، اور جو تبدیلی ہے وہ اُسے تہذیبی تشخّص سے محروم کرتی ہے۔ سیکولر حکمرانوں کی ناکامی متبادل نظام کی خواہش پر منتج ہو رہی ہے۔ پاکستان ہو یا ایران، مشرقِ وسطیٰ کے عرب ممالک ہوں یا شمالی افریقہ کے مسلمان معاشرے، انڈونیشیا کے جزائر ہوں یا وسطی ایشیا کے چاروں طرف سے خشکی سے گھرے ہوئے ممالک، ہر جگہ سیکولر اور نام نہاد "روشن خیال" رہنماؤں کے خلاف عوامی ردِعمل سامنے آچکا ہے۔ کہیں کہیں یہ حکمران نئی خواہشوں اور جذبوں کے سامنے جھک گئے ہیں اور کہیں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ مسلم دُنیا کی یہ صورتِ حال اندرونی حالات کا نتیجہ ہے اور یہ کسی ملک یا بلاک کے خلاف نہیں بلکہ محض اپنے "تشخّص" کا اظہار اور اپنے مسائل کے حل کی راہ ہے۔ غیر مسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دُنیا کے اہلِ فکر میں یہ احساس آہستہ آہستہ پیدا ہو رہا ہے کہ نفاذِ اسلام کی کوششوں کو "مغرب مخالف" انداز میں نہ دیکھا جائے، تاہم نوآبادیاتی دور سے مغربی علمی حلقوں میں غیر مسیحی مذاہب اور بالخصوص اسلام کے خلاف جو "رویہ" چلا آرہا ہے، ابھی اِس میں بڑی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکی۔

مغربی علمی دُنیا کا ایک گوشہ اُن مسیحی دینی رہنماؤں کے ہاتھ میں ہے جو مکالمہ بین المذاہب کے داعی ہیں۔ یہ اہل علم مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان خوشگوار تعلقات کو فروغ دینے اور اختلافی معاملات میں افہام و تفہیم کی راہ تلاش کرنے کے داعی ہیں۔ حال ہی میں مسلم - مسیحی مکالمے کے عمل میں تیس پنتیس سال تک فعّال کردار ادا کرنے والے جناب جان سلامپ کے اعزاز میں شائع شدہ مجموعۂ مضمون (جس پر زیرِ نظر شمارے میں تبصرہ شامل ہے۔) میں شامل ایک مضمون "پاکستان میں مسلمان اور مسیحی" کے مطالعے سے اِس احساس کو تقویت ملی ہے کہ مغربی دُنیا میں مسلم - مسیحی مکالمے کے داعی مسلمان ممالک کے دینی اقدامات کے حوالے سے "مسلم - مسیحی" نقطۂ نظر کی جگہ صرف "مسیحی" نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں، بلکہ مسیحی نقطۂ نظر میں بھی ایک مسیحی گروہ کے خیالات پیش کیے جاتے ہیں۔

پاکستان میں مسیحی برادری کی سیاست پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ "مسیحی سیاست دانوں" اور "مسیحی مذہبی رہنماؤں" کے اندازِ فکر میں نمایاں فرق ہے۔ عام انتخابات میں جہاں مسیحی سیاست دان پوری قوت کے ساتھ اپنی انتخابی جدوجہد میں مصروف تھے، مذہبی رہنماؤں نے مسیحی ووٹروں سے اپیل کی کہ وہ پولنگ اسٹیشنوں پر نہ جائیں اور انتخابی عمل کا بائیکاٹ کریں، کیونکہ یہ انتخابات جداگانہ طریقِ انتخاب کے مطابق منعقد ہو رہے ہیں۔ انتخابات کے نتائج سے ظاہر ہے کہ مسیحی ووٹروں نے مذہبی رہنماؤں کی اپیل پر کان نہ دھرا اور اپنے نمائندے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں بھیجے۔ طریقِ انتخاب کے حوالے سے مسیحی سیاست دانوں نے اپنی آراء کا بارہا اظہار کیا ہے۔ بعض مسیحی سیاست دان جہاں اِس کے مخالف ہیں، وہیں ایک بڑی تعداد جداگانہ طریقِ انتخاب کی حامی ہے۔ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کے صفحات میں بارہا دونوں فریقوں کا نقطۂ نظر شائع ہوا ہے۔ کیا جداگانہ طریقِ انتخاب سے مسیحی شہری "دوسرے درجے کے شہری" بن گئے ہیں۔ [زیرِ نظر مضمون میں تو ایک پاکستانی مسیحی عالم کی جانب یہ الفاظ منسوب کیے گئے ہیں کہ "دوسرے درجے کا شہری" کوئی نہیں ہوتا۔ شہری ہوتا ہے یا سرے سے شہری نہیں ہوتا۔ دوسرے لفظوں میں جداگانہ انتخاب سے مسیحیوں کی شہریتِ پاکستان ہی مشکوک ہو گئی ہے۔]

صورتِ حال یہ ہے کہ اندرونِ پاکستان مسیحی سیاست دان کا سکہ چلتا ہے، مگر بیرونِ ملک مسیحی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاست دان کا علمی یا مسیحی خیراتی اداروں سے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ اس کے برعکس پاکستان کے مسیحی مذہبی رہنما مختلف واسطوں سے بیرونِ ملک اور بالخصوص مغربی دُنیا کی مسیحی تنظیموں سے وابستہ ہیں۔ مغربی دُنیا کے مسیحی اہل علم جب پاکستان [یا اسی طرح دوسرے مسلمان خطّوں کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں تو ان کی معلومات کا واحد ذریعہ یہ مسیحی مذہبی رہنما بن جاتے ہیں جو اپنی برادری کے اندر اپنے نقطۂ نظر کو پوری برادری کے نام پر پیش کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں مسیحی حلقوں کی جانب سے بارہا یہ کہا گیا ہے کہ انڈین کرسچن ایسوسی ایشن کے صدر جناب ایس۔ پی۔ سنگھا نے قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں قائداعظم کی حمایت کی۔ مضمون نگار نے بھی اِسے دُہرایا ہے مگر مضمون کے آغاز میں لکھا کہ

> تقسیمِ ہند کے فوراً بعد بہت بڑے پیمانے پر نقلِ مکانی ہوئی۔ شمالی حصّوں سے ہندو جنوب کی طرف ہندوستان گئے اور مسلمان جنوب سے پاکستان آنے کے لیے شمالی حصّوں میں آئے۔ اِس عمل میں ہزاروں افراد ہلاک ہو گئے۔ مسیحی وہیں رہے جہاں وہ پہلے سے مقیم چلے آ رہے تھے اور خوف اور حیرت سے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ جو مسیحی، سرحدوں کے قریب تھے اُنھوں نے قتل و غارت سے بچنے کے لیے اپنے مکانوں پر صلیبوں کے نشان بنا دیے۔

اگر مسیحی برادری تقسیمِ ہند میں واقعی مسلم لیگ کی حمایت کر رہی تھی تو مکانوں کی دیواروں پر صلیب کا نشان بنا دینے سے وہ پاکستان کے مخالفوں کے ظلم و ستم سے کس طرح بچ سکتی تھی۔ حقیقت محض اس قدر ہے کہ سیاسی جدوجہد کے ایک خاص مرحلے پر ایس۔ پی۔ سنگھا نے ایک فیصلہ کیا جو مسلم لیگ کے حق میں تھا، ورنہ مسیحی برادری کی سیاست مسلم لیگ کی سیاست سے جدا رہی۔

زیرِ نظر مضمون تاریخی اغلاط سے قطع نظر مسیحی مذہبی رہنماؤں اور پاکستان کے سیکولر طبقے کے نقطۂ نظر کا بھرپور خلاصہ ہے، البتہ اِس کا دائرہ قارئین پاکستان کے ساتھ مسیحی دُنیا کے انگریزی زبان جاننے والوں کا وسیع تر حلقہ ہے۔

© rasailojaraid.com